تبلیغِ دین کے لئے ایک اہم اصول

از:-

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ناشر: توحید پبلشرز نظیر آباد لکھنؤ

کتب خانہ "الفرقان" لکھنؤ میں

دینی مطبوعات کے علاوہ ہندوستان کے دیگر اکثر بڑے دینی اداروں کی مطبوعات کا ذخیرہ بھی رہتا ہے۔

درج ذیل اداروں کی تمام مطبوعات تو ہمہ وقت ہمارے یہاں موجود رہتی ہیں۔ آپ ان اداروں کی مطبوعات ہم سے طلب فرما سکتے ہیں:

(١) مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ (٢) مکتبہ دار العلوم ندوہ لکھنؤ (٣) مکتبہ اسلام لکھنؤ (٤) مکتبہ فردوس لکھنؤ (٥) مکتبہ دین و دانش لکھنؤ (٦) مکتبہ ایوب کاکوری (٧) مکتبہ برہان دہلی (٨) دینی بک ڈپو دہلی (٩) ادارہ اشاعت دینیات دہلی (١٠) کتب خانہ انجمن ترقی اردو دہلی (١١) مکتبہ رحمانیہ باندہ (١٢) دار المصنفین اعظم گڑھ (١٣) صہیب برادرس آگرہ اور دیوبند کی اکثر مطبوعات۔

نوٹ

ان کے علاوہ دوسرے دینی و علمی اداروں کی مطبوعات کے لیے بھی ہمیں لکھیں ——— منیجر

www.abulhasanalinadwi.org

سلسلہ مطبوعات توحید پبلشرز ۳۰

تبلیغ دین کیلئے ایک اہم اصول

Library ... Raebareli

از: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ملنے کا پتہ
الفرقان بکڈپو
۳۱ نیا گاؤں مغربی، لکھنؤ
۲۲۶۰۱۸

ایڈیشن
اگست
۱۹۸۶ء

ناشر
”توحید پبلشرز“
نظیر آباد۔ لکھنؤ

قیمت ۱/۵۰

www.abulhasanalinadwi.org

عرض ناشر

دین میں تحریف اور دین کی دعوت وخدمت کرنے والوں کے غلو نیز مخلصانہ دینی دعوتوں، دینی اداروں اور حلقوں کے درمیان تقابل، تصادم اور اختلاف کا ہر دور میں خدشہ رہا ہے اور اس کی خاص وجہ منصوص وغیر منصوص کو باہم خلط ملط کر دینا ہے۔ اگر دین کے دونوں حصوں منصوص وغیر منصوص کے فرق کو سمجھ لیا جائے تو بہت سی مشکلات حل ہو جائیں گی اور لاتعداد تنازعوں کا سد باب ہو جائے گا۔

مولانا ابو الحسن علی ندوی مدظلہ نے اپنے اس فاضلانہ مضمون میں دین کے اس اہم اصول پر بھرپور روشنی ڈالی ہے اور خاص طور پر تبلیغ دین جیسے اہم کام میں اس پر پوری طرح کاربند رہنے پر زور دیا ہے۔ تبلیغی کام کرنے والوں کے لیے بے حد مفید مضمون ہے جس کی افادیت کے پیش نظر ہی اس کو ہم ماہنامہ "الفرقان" سے ماخوذ کر کے کتابچہ کی شکل میں شائع کر رہے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ سے زیادہ اپنے بندوں کو نفع پہنچائے اور ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے۔

محمد حسان نعمانی۔ توحید پبلشرز لکھنؤ

تبلیغ دین کے لئے

ایک اہم اصول

دین کا جو حصہ ہم تک پہونچا ہے اس کی دو قسمیں کی جا سکتی ہیں ایک تو وہ حصہ ہے جو اپنی خاص ہیئت وشکل کے ساتھ ہم تک پہونچا ہے اور اس کی ہیئت وشکل مطلوب ہے۔ اس کو ہم "منصوص بالوضع" کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ وہ دینی امور ہیں جو اپنی خاص ہیئت و صورت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ مثلاً ارکان دین اور بہت سے ایسے فرائض جن کو نہ صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے بتایا بلکہ ان کی شکلیں زبانی بھی بتائیں۔ اور خود کر کے بھی دکھلائیں۔ مثلاً نماز، حج، وضو وغیرہ

دین کا دوسرا حصہ وہ ہے جس میں نفس شئ مطلوب ہے لیکن

www.abulhasanalinadwi.org

بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں کی بناپر (اور زمانہ کے تغیر اور امت کے لئے وسعت کا خیال کر کے) آپؐ نے ان کی شکلیں متعین نہیں کیں صرف شئی بتلادی کہ یہ مقصود ہے۔ یہ چیزیں خود منصوص ہیں لیکن ان کی کوئی خاص وضع و ہیئت منصوص نہیں۔ مثلاً جہاد فی سبیل اللہ، دعوت الی اللہ، علم و دین کے سلسلہ کو چلانا اور احکام کا امت تک پہنچانا، یہ سب امت سے مطلوب ہے۔

اگر امت ان کو چھوڑ دے اور بالکل ترک کر دے تو وہ گنہگار ہوگی لیکن صرف یہ اعمال مقصود ہیں۔ ان کی کوئی خاص شکل اور طریقہ متعین نہیں کیا گیا بلکہ اس بارے میں امت کی عقل سلیم پر اعتماد کیا گیا ہے اور ان فرائض کی ادائیگی کو اس کی صلاحیتوں پر چھوڑ دیا گیا ہے

غیر منصوص بالوضع کی واضح مثال لباس کا مسئلہ ہے۔ لباس ساتر ہو، ٹخنوں سے اونچا ہو، گھٹنوں سے نیچا ہو، تفاخر اور تکبر کا لباس نہ ہو، کوئی حرام و ناجائز (مثلاً) مردوں کے لئے ریشم نہ ہو پس لباس بھی منصوص اور اس کی یہ شرائط بھی منصوص ہیں۔ لیکن لباس کی شکل لباس کا رنگ اور اس کی قطع وغیرہ غیر منصوص ہیں اسی میں امت کے لئے بہت سی سہولتیں ہیں ان کو امت کی تمیز اور عقل عام پر

چھوڑ دیا گیا ہے

دوسری مثال مساجد کی ہے۔ مساجد بھی مطلوب ہیں اور مساجد کی نظافت بھی مطلوب ہے اور یہ بھی مطلوب ہے کہ ان میں ذکر اللہ ہو اور وہ دوسرے مقامات سے ممتاز بھی ہوں۔ مگر ان کی کوئی خاص طرز تعمیر مطلوب نہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ عالم اسلام میں مساجد مختلف وضع کی پائی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ مینارے اور گنبد بھی مساجد کے لئے شرائط میں نہیں تھے۔ ہندستان کی مسجدوں میں دو میناروں کا رواج ہے الجزائر و مراکش کی مساجد میں ایک مینار ہوتا ہے اور دنیا کی سب سے بڑی اور پہلی مسجد (بیت اللہ) کا کوئی مینار نہیں۔

اب دعوت الی اللہ کی مثال لیجئے، اللہ کی طرف اور اس کے دین کی طرف بندوں کو بلانا فرض ہے۔ انفرادی ہو یا اجتماعی، تقریر سے ہو یا تحریر سے، علانیہ ہو یا خلوت میں، اس میں کوئی شکل معین نہیں۔ نوح علیہ السلام کی زبان سے قرآن پاک میں واضح کر دیا گیا ہے کہ دعوت کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا (حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا اے میرے رب میں نے اپنی قوم کے سامنے رات میں بھی دین کی اور توحید کی دعوت رکھی اور دن میں بھی) ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا

www.abulhasanalinadwi.org

پھر میں نے خوب پکار کر اور چیخ کر بھی ان کو بلایا ثُمَّ اِنِّیٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا (پھر میں نے بالاعلان بھی آپ کا پیغام ان کو پہنچایا اور چھپ چھپ کر تنہائیوں میں بھی ان سے آپ کی بات کہی) ۔ لہذا دعوت دین کا کام کرنے والے ہر فرد و جماعت کو اختیار ہے کہ وہ جس ماحول میں اپنے لئے جو طریقہ صحیح جانے وہ مقرر کرے اور اپنی سعی و جہد کا جو طرز مناسب اور مفید سمجھے وہ اختیار کرے ، اس میں کسی کو جائز اور ناجائز کہنے یا روک ٹوک لگانے کا حق حاصل نہیں ہے جب تک کہ اس میں کوئی ایسا عنصر شامل نہ ہو جائے جو شرعی طور پر منکر یا مقاصد دینیہ کے لئے مضر ہو ۔

بعض عوامی حلقوں میں اس وقت ان دونوں حصوں کو خلط ملط کر دیا جاتا ہے ، منصوص کو غیر منصوص کا درجہ دے دیا جاتا ہے اور غیر منصوص کو منصوص کے مقام پر پہنچا دیا جاتا ہے ۔ اس کے نتیجہ میں مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں اور مختلف اداروں اور دعوتوں میں اکثر تنازعہ کی شکل پیدا ہو جاتی ہے ۔ اگر ہم ان چیزوں میں فرق سمجھ لیں تو بہت سی مشکلات حل ہو جائیں گی ، سینکڑوں تنازعوں کا سد باب ہو جائے گا ۔ اور بہت سی ذہنی الجھنیں ختم ہو جائیں گی ۔

چیزوں کی اصلی ہیئت سمجھنے اور ان کو ان کے صحیح مقام پر رکھنے کا

یہ پیمانہ ہمارے ہاتھ آگیا ۔ اس کے بعد صحیح اصول پر چلنے والی اور مخلصانہ دینی دعوتوں ، دینی اداروں اور حلقوں کے درمیان تقابل ، تصادم اور اختلاف کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا ۔ فرق جو رہ جاتا ہے وہ صرف اپنے اپنے تجربوں اور حالات کے مطالعہ کا ہے کہ کام کی کون سی شکل اور طریقہ زیادہ موثر اور نتیجہ خیز ہے اور کس سے وہ نتائج و مقاصد حاصل ہوتے ہیں جو اس کام سے مطلوب ہیں ؟

دعوت الی اللہ کی مخصوص شکل اور طرز کی افادیت و تاثیر کی وضاحت کی جا سکتی ہے لیکن کسی کو اپنے تجربہ اور مطالعہ کا اس طرح پابند نہیں کیا جا سکتا ، جیسے احکام قطعیہ اور نصوص قرآنیہ کا دین کی خدمت کرنے والی کوئی جماعت اگر کسی خاص طریقۂ کار کو اختیار کرتی ہے (بشرطیکہ وہ دین کے اصول اور سلف صالحین کے متفقہ مسلک اور طرز فکر کے مخالف نہ ہو) تو وہ اپنے فیصلہ میں حق بجانب ہے ۔ ہم اپنے مخصوص طرز کار کو دوسری دعوتوں اور دین کی خدمت کرنے والے دوسرے حلقوں کے سامنے بہتر سے بہتر طریقہ پر پیش کر سکتے ہیں لیکن اگر صرف طرز کار کے فرق کی وجہ سے ہم ان کو غلط کار سمجھیں یا ان کی دینی مساعی اور مشاغل کی نفی کریں جن کو انھوں نے اپنے تجربہ اور مطالعہ اور زمانہ کے تقاضوں کے پیش نظر اختیار کیا ہے اور ان کی افادیت واقعات اور برسوں کے تجربہ سے ابھر واضح ہو چکی ہے اور کتاب و سنت اور سیرت نبوی اور حکمت دینی کے وسیع دائرہ میں اس کے لئے ان کے پاس شواہد و دلائل پائے جاتے ہیں

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں تو یہ ہماری غلطی اور زیادتی ہوگی ۔ ہم صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ ان سے دوبارہ غور کرنے اور نتائج کو دیکھنے اور ان کا موازنہ کرنے کی درخواست کریں لیکن ان کی تحقیر اور تردید کرنا اور ان کو غلط کار اور گمراہ سمجھنا غلط ہے اور خدمت دین اور دعوت الی الخیر کے دروازے کو محدود اور تنگ بنانے اور امور دین کے رشتہ کو زمانہ اور ماحول سے منقطع کرنے کے مترادف ہوگا ۔

دعوتوں اور طریقۂ کار میں بعض چیزیں وہ ہوتی ہیں جن کی ہمیں شریعت نے سختی کے ساتھ تاکید کی ہے ۔ بعض انتظامی امور ہوتے ہیں جو حدیث و قرآن سے استنباط کئے جا سکتے ہیں ۔ وہ اصولی طور سے صحابہ کرام رضؓ کی زندگی میں ملیں گے ۔ لیکن خاص اس ہیئت میں نہیں ملیں گے ۔ یہ سب چیزیں اجتہادی اور تجرباتی ہیں ۔ ان چیزوں پر یا ان خاص شکلوں پر ہر جگہ اور ہر شخص سے منصوص چیزوں کی طرح اصرار کرنا صحیح نہیں ہے ۔

سب سے مشکل چیز اعتدال ہے ۔ انبیاء علیہم السلام میں اعتدال بدرجۂ اتم ہوتا ہے ۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ پچاس برس کے بعد اللہ کے کچھ بندے پیدا ہوں جو صاحب نظر بھی ہوں اور اللہ کے ساتھ ان کا تعلق ہو اور دعوت کے طریقہ میں زمانہ کی

ضرورت اور تقاضے کے لحاظ سے تبدیلیاں کریں ۔ اس وقت اگر ایک جامد طبقہ اس کی مخالفت محض اس بنا پر کرے کہ ہمارے بزرگ ایسا کرتے تھے تو اس کا رویہ غلط ہوگا ، اس کا اصرار ہٹ دھرمی ہوگا کبھی کبھی ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ایک طبقہ یہ سمجھنے لگا ہے کہ یہی طریقۂ کار اور یہی طرز ، دین کی خدمت اور احیاء کے لئے ہمیشہ کے واسطے اور ہر جگہ کے لئے ضروری ہے اور اس کے علاوہ سب غلط ہے جب تک اس مخصوص طریقہ پر کام نہ ہو تو سمجھا جاتا ہے کہ ساری جد و جہد رائیگاں گئی اور جو کچھ ہوا سب فضول ہوا ۔ یہ بے اعتدالی ہے اور یہ رویہ خطرناک ہے ۔ اسی طرز فکر کے نتیجہ میں مختلف مذاہب اور فرقے امت میں پیدا ہوئے ۔ اصل حقیقت صرف اتنی ہے کہ اب تک غور اور تجربوں نے ہمیں یہاں تک پہنچایا اور ہم نے اس کو مفید پایا ہے ، پس جب تک یہ چیزیں فائدہ مند معلوم ہوتی ہیں ہمیں اس وقت تک ان کو جاری رکھنا چاہیئے لیکن اگر کوئی خاص طریقہ ایک رسم بن جائے تو یہ ایک مذہب بن جائے گا اور ایک بدعت قائم ہو جائے گی اور اس وقت کے ربانی مصلحین کا فرض ہوگا کہ اس کی اصلاح کے لئے جد و جہد کریں اور ان رسومات کو مٹائیں ، بہت سی

www.abulhasanalinadwi.org

چیزیں صحیح مقاصد اور دینی مصلحتوں سے شروع ہوتی ہیں لیکن آگے چل کر غلط صورت اختیار کر لیتی ہیں ایسے موقع پر حقیقت و رسم، سنت و بدعت، فرض و مباح میں تمیز کرنا تفقہ فی الدین ہے۔ اور کہنے والے نے کہا ہے کہ ع

گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی!

انبیاء علیہم السلام کی دعوت و تربیت اور ان کی مساعی جمیلہ کے لئے (جن کی پشت پر تائید ربانی اور ارادۂ الٰہی ہوتا ہے) جہاں مضر اور ایک طرح سے حریف، کفر، الحاد، غفلت و معصیت ہے جو ان کے پیروؤں کو ان کی دعوت کے برکات اور ان کی تعلیم و تربیت اور تبلیغ و دعوت کے اثرات سے محروم کرنے کا کام انجام دیتی ہے وہاں "بے روح رسمیت" بھی ہے۔ اول الذکر طاقتیں اگر بیرونی دشمن کی حیثیت رکھتی ہیں جو باہر سے حملہ آور ہوتا ہے تو یہ اندرونی بیماری ہے جو گھن کی طرح اس جماعت کو لگ جاتی ہے (جو ان کی تعلیم و دعوت سے پیدا ہوتی ہے) اور اس کو اندر اندر کھوکھلا کر دیتی ہے اس کے نتیجہ میں عقائد بے اثر اور اعمال و عبادات بے روح اور بے نور بن جاتے ہیں، وہ ایک رسم کی طرح ادا کئے جاتے ہیں

ان میں نفس و ماحول کی ترغیبات اور شیطان کی تسویلات کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رہتی اور ان کی کیمیا اثری اور انقلاب انگیزی جاتی رہتی ہے، یا بہت کمزور ہو جاتی ہے ——— یہ عموماً نتیجہ ہوتا ہے مؤثر و صحیح دعوت و تربیت کے فقدان یا انقطاع کا، یا مؤثر اصلاحی و تربیتی شخصیتوں سے محرومی کا یا ایسے مواقع اور میدانوں کے صدیوں تک پیش نہ آنے کا جن میں شرکت سے ایمان میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔ دلوں کے زنگ دور ہوتے ہیں، اور نفس کی مخالفت کی طاقت اور ایثار و قربانی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ اسی وقت کوئی ایسی دعوت و تحریک (الہام ربانی اور انتظام خداوندی سے جو اس دین کا ہمیشہ سے رفیق رہا ہے) سامنے آتی ہے جو اس "رسمیت" پر ضرب لگاتی ہے، دلوں کا زنگ دور کرتی ہے، امت کو صورت سے حقیقت اور "رسمیت" سے ایمان و احتساب کی کیفیت کی طرف لاتی ہے، اسلام میں تجدید و اصلاح کی تاریخ اور مجددین، مصلحین کے مستند تذکروں کے مطالعہ سے اسی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ ان کا نشانہ یہی "رسمیت" تھی جو مسلم معاشرہ میں سرایت کر چکی ہوتی ہے اور دیمک کی طرح اس کے سرسبز و شاداب درخت کو چاٹ چکی ہوتی ہے اور انہیں بعض

www.abulhasanalinadwi.org

اوقات

وَاِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ط

اور جب تم ان کے (تناسب اعضاء) کو دیکھتے ہو تو ان کے جسم تمھیں (کیا ہی) اچھے معلوم ہوتے ہیں اور جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو تم ان کی تقریر توجہ سے سنتے ہو (مگر فہم و ادراک سے خالی) گویا لکڑیاں ہیں جو دیوار سے لگائی گئی ہیں۔

کا ایک حد تک نمونہ بن جاتی ہیں۔ وہ ہدایت خداوندی اور کتاب و سنت کے عمیق و مخلصانہ مطالعہ کے اثر سے کوئی ایسی دعوت یا طریق کار پیش کرتے ہیں جس سے اس "رسمیت" کا پنجہ ڈھیلا ہو جاتا ہے، جسم امت میں ایک نئی روح، ایک نئی ایمانی کیفیت، رضائے الٰہی کے حصول کا ایک زندہ و تازہ جذبہ پیدا ہوتا ہے، اس کی قوت عمل بڑھ جاتی ہے، اس کو بڑی سے بڑی قربانی آسان معلوم ہونے لگتی ہے اور بعض اوقات قرون اولیٰ کی یاد تازہ کرنے والے واقعات سامنے آتے ہیں اور ایمان کی روح پرور باد بہاری کے جھونکے آنے لگتے ہیں۔

لیکن یہ بھی تاریخ اصلاح و دعوت کا واقعہ و المیہ ہے اور فطرت انسانی کی کارفرمائی کہ خود اس اصلاح و دعوت اور اس

طریق کار میں مرور زمانہ سے "رسمیت" دبے پاؤں داخل ہو جاتی ہے اور جو چیز رسم کو مٹانے اور دل و دماغ کو جگانے کو آئی تھی وہ بھی اپنی روح، اندرونی جذبہ اور تازگی کھو دیتی ہے اور ایک رسم، ضابطہ اور Routine بن کر رہ جاتی ہے اور اسی کو خود ایک نئی اصلاحی دعوت اور ایک طاقت ور شخصیت کی ضرورت پیش آجاتی ہے جو اس خواب آلودہ اور لکیر کے فقیر کے نظام اور طریق کار کی اصلاح کرے اور اس میں جو بدعات، مفاسد، غلو اور جمود پیدا ہو گیا ہے اس کو توڑے اور اس معاشرہ میں کسی اور طریقہ سے جو کتاب و سنت سے ماخوذ اور اصول و مقاصد کے مطابق ہو معاشرہ کی "رسمیت" کو دور کرے اور ایمان و ایثار اور قوت عمل پیدا کرے۔

اس صورتحال کو سمجھنے کے لئے ایک مثال پیش کی جاتی ہے جو ایک لطیفہ کی حیثیت رکھتی ہے لیکن اس سے بڑا سبق حاصل کیا جاسکتا ہے۔ راقم سطور کے ایک فاضل دوست نے بتایا کہ دریا کے کنارے پر واقع ہونے کی وجہ سے ان کے کتب خانہ میں جلد جلد دیمک لگ جاتی تھی اور قیمتی کتابیں تلف ہو جاتی تھیں، وہ پریشان تھے کہ اس کا کیا علاج کریں۔ ایک تجربہ کار دوست نے بتایا کہ اگر اونٹ کی ہڈی اس کتاب خانہ میں رکھ دی جائے تو دیمک نہیں لگے گی۔ انھوں نے

www.abulhasanalinadwi.org

بڑی مشکل سے اونٹ کی ہڈی حاصل کی لیکن ان کی حیرت و پریشانی کی کوئی حد نہ رہی جب انھوں نے ایک دن دیکھا کہ اونٹ کی اس ہڈی میں خود دیمک لگ گئی۔

یہاں ایک باریک بات سمجھ لیں وہ یہ کہ ایک نبی ہوتا ہے اور ایک مجدد اور ایک مصلح ہوتا ہے۔ نبی کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کے بتائے ہوئے طریقہ کے بغیر نجات ہی نہیں ہو سکتی اور اس کی ہدایت حاصل کئے بغیر اللہ کی رضا اور کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس میں کسی قسم کی مداہنت یا تساہل کی گنجائش نہیں ہے ــــ لیکن مجددین اور مصلحین کا معاملہ یہ نہیں ہے ہر مجدّد اور ہر ربّانی مصلح کی پیروی سے دین کو اور دین کے طالبوں کو نفع پہنچتا ہے مثلاً کسی مجدّد کے طریقہ سے قربانی کے جذبات بڑھتے ہیں۔ لہٰذا اس کے طریقہ کی پیروی سے قربانی کے جذبات بڑھیں گے اور ایک دوسرے مجدّد کے طریقہ سے انفاق فی سبیل اللہ کے جذبات پیدا ہوتے ہیں لہٰذا اس کے اثر سے انفاق و ایثار کے جذبات پیدا ہوں گے۔ ایک دوسرے مجدد کے طریقہ سے اخلاق کی اصلاح اور صفائی معاملات کا اہتمام پیدا ہوتا ہے تو اس سے تعلق و وابستگی خاص طور سے اس میں مؤثر ہوگی۔

بہر حال نبی کے طریقہ پر نجات کا انحصار ہوتا ہے اور بالکل اسی

طریقہ پر چلنا لازم ہے لیکن کسی مجدّد و مصلح کا معاملہ یہ نہیں، خاص خاص ترقیاں تو ان کی اتباع اور وابستگی سے ہوتی ہیں، لیکن نجات اس پر منحصر نہیں ہوتی۔

ایک بات یہ بھی جاننی چاہیے کہ امت میں طبقات کا اتنا اختلاف ہے اور اذہان کا اتنا تفاوت ہے اور حالات ایسے مختلف ہیں کہ کوئی دعوت و تحریک اور کوئی اصلاحی جد و جہد یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ وہ تمام طبقات کو متاثر کر سکتی ہے اور ان کی تسکین کا سامان کر سکتی ہے اور ان کی استعداد کے مطابق ذہنی غذا فراہم کر سکتی ہے کوئی ذہن تقریر سے متاثر ہوتا ہے، کسی پر لٹریچر اثر انداز ہوتا ہے اور کوئی کسی دوسرے ذریعہ سے متاثر کیا جا سکتا ہے اسی طرح واحد طریقہ کار سے ہر جگہ ہر ماحول میں اور ہر حالت میں کامیابی مشکل ہے اس حقیقت کو نہ سمجھنے اور اس کے مطابق نہ چلنے سے لوگوں سے بڑی غلطیاں ہوتی ہیں، بہت سے لوگ قابل قدر اور بڑے مخلص ہیں لیکن ان لوگوں کا اس وقت تک دل خوش نہیں ہوتا جب تک کہ ہر شخص اسی مخصوص طرز پر کام نہ کرے جس کو اس نے اختیار کیا ہے۔ حالاں کہ عمومی اصلاح و انقلابی تحریکوں اور دعوتوں کا معاملہ یہ نہیں ہوتا۔ وہاں ہر چیز اس کے صحیح مقام پر رکھی جاتی ہے اور ٹھیک چوکھٹے میں بٹھائی

www.abulhasanalinadwi.org

جاتی ہے ہر شخص سے وہی کام لیا جاتا ہے جس کا وہ زیادہ اہل ہو اور اس میں دوسروں سے ممتاز ہو اور جس کو دوسروں سے بہتر طریقہ پر انجام دے سکتا ہو۔

یہ اللہ کی طرف سے انتظام سمجھنا چاہیے کہ کچھ لوگ اس راستہ سے دین تک آجائیں اور کچھ اس راستہ سے آجائیں، اپنے طریقۂ کار کو مناسب طریقہ سے ان کے سامنے اکثر و بیشتر کرتے رہنا چاہیے لیکن اس طرح نہیں کہ اس میں دین کے دوسرے کاموں اور دینی و اصلاحی مساعی کی نفی اور تحقیر ہوتی ہو اور اخلاص سے کام کرنے والوں کی ہمت شکنی اور انھیں مایوسی اور بددلی پیدا ہو اس طرح امت کے مختلف طبقات اور جماعتوں میں تعاون علی البرّ والتّقویٰ کی روح بیدار ہوگی جو عرصہ سے مفقود ہو چکی ہے اور جس کی اس زمانہ میں (جبکہ باطل مختلف شکلوں میں اور نت نئے حربوں کے ساتھ حملہ آور ہے اور اہل باطل مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ (ہر ٹیلے اور ٹاپو سے اُبلے چلے آرہے ہیں) سخت ضرورت ہے

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

www.abulhasanalinadwi.org